مذکورہ شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ اپنے استاذ علامہ ابن تیمیہ کی زبانی انہوں نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بچہ کے والدین نے اسی طرح کا ایک مقدمہ عدالت میں پیش کیا۔ عدالت نے بچہ کو اختیار دیا کہ وہ ماں یا باپ میں سے جس کو منتخب کرے اس کے ساتھ چلا جائے۔ بچہ نے باپ کو ترجیح دی۔ اس پر ماں نے عدالت کو توجہ دلائی کہ وہ بچہ سے معلوم کرے کہ وہ باپ کو کیوں ترجیح دے رہا ہے۔ عدالت نے بچہ سے پوچھا کہ تم اپنے باپ کے ساتھ کیوں رہنا پسند کرتے ہو؟ بچہ نے جواب دیا کہ ماں مجھے ہر روز مکتب جانے پر مجبور کرتی ہے اور مکتب کا ملا مجھے ہر روز سزا دیتا ہے، برعکس اس کے ابا جان مجھے بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ عدالت نے یہ سن کر بچہ ماں کے حوالہ کر دیا۔"

(نیل الاوطار ج ۶، ص ۳۵۱-۳۵۲)

کمیشن نے آخر اس نہایت معقول بات کو کیوں نظر انداز کر دیا؟

بیوی کے لیے مشروط ہبہ کمیشن نے سفارش کی ہے کہ یہ بات از روئے قانون جائز کر دی جائے کہ کوئی بے اولاد شخص اپنی جائداد بیوی کے نام اس شرط کے ساتھ ہبہ کر سکتا ہے یا مرتے وقت اس کی وصیت کر سکتا ہے کہ اگر بیوی کا انتقال اس سے پہلے ہو جائے تو وہ جائداد اس کو واپس ہو جائیگی اور اگر بیوی کا انتقال اس کے بعد ہو تو جائداد واہب کے ورثہ کو منتقل ہو جائے گی۔

اگرچہ مالکیہ کے نزدیک مدۃ العمر کا ہبہ جائز ہے، اور بظاہر اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی کیونکہ ایک شخص اپنی زندگی میں اپنی جائداد کے اندر بیع، ہبہ اور رہن کے سارے حقوق و اختیارات رکھتا ہے لیکن جہاں تک ایک شخص کے شرعی وارثوں کا تعلق ہے ان کے درمیان شریعتِ الٰہی کے خلاف کسی تفریق و ترجیح کو ہم مندرجۂ ذیل وجوہ کی بنا پر صحیح نہیں سمجھتا۔

۱- پہلی وجہ تو یہ ہے کہ قرآن حکیم نے تقسیم جائداد کے لیے جو ضابطہ بنایا ہے اس میں ایک اہم اصول یہ رکھا ہے کہ شرعی وارثوں میں کسی کو محض اپنے ذاتی رجحانات کی بنا پر کسی دوسرے پر ترجیح نہ دی جائے۔ یہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ کون فی الحقیقت اس کے لیے زیادہ نافع ہے اور کون کم نافع ہے

اس چیز کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم کسی کو اپنے ذاتی میلانات کی بنا پر کسی پر ترجیح دے دیں لیکن وہ آخر کار ہمارے لیے زیادہ برا ثابت ہو۔ وہ جائداد پا لینے کے بعد ہمارا دشمن بن جائے یا اس جائداد کو پا کر اس کو ایسے کاموں میں استعمال کرے جو ہمارے لیے آخرت میں رسوائی کا سبب ہوں۔ اگر ایک شخص خدا کی تقسیم کی رو سے ایک چیز پاتا ہے تو اس کی ذمہ داری ہمارے اوپر نہیں ہے، لیکن اگر وہی چیز ہم خود اس کو پکڑاتے ہیں اور خدا کی ہدایت کے خلاف اور وہ اس کو غلط استعمال کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ یہ جرم خود ہمارے ہی حوالہ کیے ہوئے ہتھیار کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ اس حقیقت کو قرآن نے یوں سمجھایا ہے کہ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا (تم اس بات کو نہیں جانتے کہ ان میں سے کون تمہارے لیے زیادہ نفع بخش ثابت ہوگا)۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تقسیم وراثت کے متعلق ایک اصول قرآن نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس تقسیم کے سلسلہ میں کوئی ایسی بات نہ کی جائے جس سے کسی شرعی وارث کو نقصان پہنچے۔ فرمایا ہے مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ (بعد اس وصیت کے جو کی گئی ہو اور بعد ادائے قرض کے بغیر نقصان پہنچائے ہوئے) (۱۲۔ نساء)۔ مذکورہ ہبہ یا وصیت میں صریحاً دوسرے جائز وارثوں کے لیے نقصان متصور ہے اس وجہ سے از روئے قرآن اس کو جائز نہ ہونا چاہیے۔

۳۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اس طرح کے ترجیحی سلوک سے ان حقداروں کے دلوں میں نفرت، اور انتقام کا جذبہ ابھرتا ہے جو، کافی تلف ہوتا ہے۔ اس کے سبب سے خاندانوں میں لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں اور بسا اوقات مقدمہ بازی سے لے کر زہر خورانی اور قتل تک نوبتیں پہنچتی ہیں۔ پھر اسلام کسی ایسے اقدام کو کس طرح روا رکھ سکتا ہے جو بالآخر ان نتائج پر منتہی ہو؟

۴۔ معاشی اعتبار سے بھی یہ چیز غلط اور مضر ہے۔ کسی چیز پر اگر ایک شخص کا قبضہ محض عارضی ہو تو اس کے ساتھ اس کی دلچسپیاں بھی محض سرسری ہوتی ہیں۔ اس غفلت اور عدم اہتمام کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جتنے دن وہ شے اس عارضی قبضہ کے نیچے رہتی ہے خراب ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ بسا اوقات وہ اپنے مستقل وارثوں کو اس وقت ملتی ہے جبکہ وہ بالکل تباہ ہو چکی ہوتی ہے